حضرت سیّدہ نواب مُبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بہت خادمانہ اور بلند مقام کی حامل تھیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍مئی ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ الزمر کی درج ذیل تین آیات کی تلاوت فرمائی:-

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ (الزمر: ۳۷ تا ۳۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

قرآن عظیم کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کہ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں کا مفہوم اور اس کے معنی بیان کئے۔ پچھلے ایک خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ یہ انگوٹھی جو میں نے پہنی ہوئی ہے اور جس کے اوپر اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ لکھا ہوا ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی ہے۔ آپ کے والد کی وفات پر آپ کو الہام ہوا تھا کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۰) اسی زمانہ میں

جس پر ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے آپ نے یہ نگینہ بنوایا اور اس پر یہ عبارت لکھوائی اور یہ انگوٹھی تیار کروائی۔ اب یہ انگوٹھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت راشدہ احمدیہ کو دے دی ہے، بجائے اس کے کہ اسے اپنے خاندان میں رکھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس الہام کے بعد میں نے ان گنت بار اللہ تعالیٰ کے نشان، جو اس وعدہ کو پورا کرنے والے تھے، اپنی زندگی میں دیکھے جو وعدے اس فقرے کے اندر مضمر ہیں ان آیات میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ میں تین مفہوم پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ سوال ہے۔ سوال کے طور پر پوچھا گیا ہے کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ پھر بہت سے سوال ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں باوجود اس کے کہ فقرہ سوالیہ ہوتا ہے ایک بنیادی حقیقت کا بیان بھی ہوتا ہے مثلاً روزمرہ دنیا میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کسی باپ کا بیٹا اس کا کہنا نہ مانتا ہو اور وہ اس کو اپنا حق، جو باپ کا بیٹے پر ہوتا ہے یاد دلانا چاہے تو کہتا ہے کہ کیا میں تمہارا باپ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ یہ پوچھتا ہے کہ بتاؤ تم میرے بیٹے ہو یا نہیں بلکہ مطلب حقیقت بیان کرنا ہوتا ہے اور سوالیہ فقرے میں اس حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے اس کی ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ میں نے ایک موٹی سی مثال دے دی ہے تاکہ ہمارے بچے اور نوجوان بھی سمجھ لیں۔ تیسرے یہ فقرہ جواب کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہر سوال جواب کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب پوچھا گیا ہے تو مخاطب کو بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی تو ہے مگر کیا وہ بھی واقعی خدا تعالیٰ کو کافی سمجھتا ہے۔ اس تیسرے مفہوم کو لے کر یہ آیتیں آگے مضمون کو اٹھاتی ہیں۔

فرمایا کہ جب نوع انسانی سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں تو انسان دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں ایک وہ جو تسلیم کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی روح کی یہ آواز ہوتی ہے کہ خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے کسی اور چیز کی ہمیں ضرورت نہیں، مولا بس۔ اور ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ کبھی وہ بتوں کی طرف جاتے ہیں، کبھی وہ مال و دولت سے مرعوب ہوتے ہیں اور کبھی وہ خدا کو بھول کر ایک ایسے شخص کی طرف جھکتے ہیں جس کا اپنے علاقہ میں بڑا اثر اور اقتدار ہو وغیرہ وغیرہ۔ وہ لوگ غیر اللہ کی طرف

توجہ کرتے ہیں اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کا عملاً یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں، محض اللہ ہمارے لئے کافی نہیں بلکہ ماسوا اللہ کی بھی ہمیں ضرورت ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے ماسوا اللہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ ہی اللہ ہے اور اللہ ہی میرے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کافی نہیں سمجھتے وہ تجھے ماسوا اللہ سے ڈراتے ہیں، ان کا خوف پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی تعلق رکھو ورنہ تمہیں تکلیف ہوگی، ورنہ تمہیں نقصان پہنچے گا، ورنہ تمہیں پریشانی اٹھانی پڑے گی۔ ان کے نزدیک محض اللہ کافی نہیں ہے۔ وہ خوف دلاتے ہیں ان کا جو اَلَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ہیں۔ مِنْ دُوْنِهٖ کے فقرے میں جو بُت تراشے جاتے اور پوجے جاتے ہیں اور خدا کے شریک ٹھہرائے جاتے ہیں وہ بھی آجاتے ہیں اور اس کے اندر وہ بھی آجاتے ہیں جو خدا کے شریک تو نہیں ٹھہرائے جاتے لیکن ان کو خدا کے علاوہ احتیاج پورا کرنے والا سمجھا جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو ان کا محتاج سمجھتا ہے۔ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ عملاً ایک ایسا گروہ ہے جو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کے جواب میں کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں یہ کہتے ہیں کہ نہیں کافی نہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ خود اس بات پر عمل کرنے والے ہیں وہ دوسروں کو بھی ڈراتے ہیں اور دھمکاتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف خدا نہیں بلکہ یہ چیزیں بھی ہیں کچھ ان کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ کہ وہ لوگ جو يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ کے مصداق ہیں وہ ضال ہیں، وہ صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں، وہ دھتکارے ہوئے لوگ ہیں اور جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں دھتکارا جائے وہ ہدایت پر قائم نہیں ہوتا اور نہ اس صورت میں اسے کوئی ہدایت پر قائم رکھ سکتا ہے یا یہ ثابت کرسکتا ہے کہ وہ صراط مستقیم کی طرف لے جانے والا اور صراط مستقیم پر اور ہدایت پر قائم ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ اور وہ لوگ جو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کے جواب میں ان ڈرانے والوں کے خوف سے ڈرتے نہیں ان کا ایک ہی نعرہ ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتہ ہیں اور جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتہ ہوں ساری دنیا انہیں کافر اور ضال کہتی رہے اور مضل بناتی رہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتہ ہے حقیقتاً وہی ہدایت یافتہ ہے عقلاً بھی اور شریعت کی رو سے بھی۔

پھر فرمایا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ یعنی محض یہ نہیں کہ انسانوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت سے دور پڑ گیا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ضال اور مضل ہو گیا اور دوسرے گروہ کو خدا تعالیٰ نے ہدایت یافتہ پایا اور ہدایت یافتہ قرار دیا۔ محض یہاں بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جو گمراہ ٹھہرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جو ہدایت یافتہ ٹھہرتے ہیں ان سب کے اعمال کا نتیجہ نکلتا ہے۔ جو گمراہ ٹھہرتے ہیں ان کو ان کی بداعمالیوں کا بدلہ ملتا ہے اور جو ہدایت یافتہ ٹھہرتے ہیں ان کو ان کے اعمال صالحہ کا ثواب ملتا ہے کیونکہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز بھی ہے اور ذی انتقام بھی ہے۔ عزیز کے معنی ہیں اس طرح پر غالب کہ کوئی اس پر غالب نہ آسکے اور اپنی چلانے والا اور لَا يُعْجِزُهٗ اَحَدٌ اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہ ہو، اس کو عزیز کہتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے بندے بن جاتے ہیں اور مجھے ہی کافی سمجھتے ہیں ان کو میں ثواب دیتا ہوں ان کو میں جزا دیتا ہوں۔ ان کے لئے میں نے جنتیں بنائی ہیں اور جن کو میں گمراہ ٹھہراتا ہوں ان کو میں سزا دیتا ہوں کیونکہ میں ذی انتقام ہوں ان کی اصلاح کے لئے میرا غضب بھڑکتا ہے۔

پھر اگلی آیت میں عزیز اور ذی انتقام کی تشریح اور تفسیر آئی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہے اور جو خالق ہے وہی مالک ہے۔ اس نے جو کائنات جو عالمین اور ہر دو جہان پیدا کئے ہیں ان پر اس کی حکومت چلتی ہے اس لئے وہی عزیز بھی ہو سکتا ہے اور وہی ذی انتقام بھی بن سکتا ہے۔ پس بتاؤ تو سہی کہ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ جن کو تم

اللہ کے سوا پکارتے ہو اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ اگر اللہ تعالیٰ ضرر پہنچانے کا ارادہ کرے تو هَلۡ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ کیا وہ لوگ جو خالق نہیں اور جن کا حکم اس کائنات میں چلتا نہیں، جو مالک نہیں اور متصرف بالارادہ نہیں، جن کے احاطہ اقتدار میں کوئی چیز بھی نہیں تو کیا جب اللہ جو خالق اور مالک ہے اور جس کے احاطہ اقتدار میں ہر چیز ہے اگر کسی کو ضرر پہنچانا چاہے، اگر کسی کو سزا دینا چاہے، اگر کسی کی بداعمالیوں کا نتیجہ اسے چکھانا چاہے، اگر اس پر اپنا غضب بھڑکانا چاہے اور اپنے دست انتقام سے گرفت کرنا چاہے تو یہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو خدا تعالیٰ کو عاجز کر دیں گے؟ اس کو جو عزیز بھی ہے اور ذی انتقام بھی ہے وہ اس ضرر اور نقصان کو دور نہیں کر سکتے اور اگر مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّضِلٍّ کے مصداق گروہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ارادہ کرے تو هَلۡ هُنَّ مُمۡسِكٰتُ رَحۡمَتِهٖ کیا تم اس رحمت کو روک سکتے ہو۔ خدا تعالیٰ کی رحمت اس کے نیک بندوں پر نازل ہوتی ہے جس طرح کہ اس کا غضب اس کے بندوں کی اصلاح کے لئے آسمان سے اترتا ہے اور ان کے لئے اس زندگی میں بڑی سخت جہنم پیدا کر دیتا ہے۔

رحمت کی بے شمار قسمیں ہیں کیونکہ ہماری زندگی کے بھی بے شمار پہلو ہیں۔ مثلاً علم اور فراست میں زیادتی ہے، نور کا حاصل ہونا ہے جس کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ نور تمہارے آگے آگے چلے گا اور تمہاری راہنمائی کرے گا۔ اموال میں برکت ہے، اولاد میں برکت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میرے ماننے والے وہ برکتیں لیں گے جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل کی ہیں۔ جن گھروں میں وہ رہ رہے ہوں گے ان کو خدا تعالیٰ برکتوں سے معمور کر دے گا اور جس چیز کو وہ ہاتھ لگائیں گے وہ برکتوں والی ہو جائے گی لیکن یہ ماننے والوں کے لئے ہے، ریاء اور تکبر جن کے اندر نہ ہو اور اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ پر عمل کرنے والے ہوں۔ مولا بس کے بعد تو پھر اپنا نفس بھی باقی نہیں رہتا۔ میں نے بتایا ہے کہ پھر کوئی چیز بھی باقی نہیں رہتی۔ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ میں جو چیز بھی شامل ہے اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ اس کی نفی چاہتا ہے۔ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ جو ایک سوال بھی تھا اور ایک حقیقت بھی تھی اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی دیا

جو خدا تعالیٰ کے پاک بندے دیتے ہیں جس کا آگے ابھی ذکر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اَن گنت دفعہ یہ الہام خدا نے میرے لئے پورا کیا اور اس کو نشان بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ضرر پہنچانے والے پیدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے حسب وعدہ آیاتِ قرآنیہ اس ضرر کو دور کر دیا اور جہاں خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی ضرورت تھی اس نے ہر قسم کی رحمت مہیا کر دی۔ ایک شعر ہے کہ رحمت کا نزول اس طرح ہے کہ

ع تھی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے

ہر لحظہ خدا تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام پر ایمان لاکر، قرآن کریم پر ایمان لاکر، اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اللہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس اللہ پر ایمان لاکر اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ میں جو سوال کیا گیا تھا اس کا صحیح جواب دے کر ان نعمتوں کو حاصل کیا۔ ہر شخص جو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کے مفہوم کو سمجھتا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے وہ بھی اسی طرح شر سے بچایا جاتا ہے اور رحمتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کا تیسرا مفہوم یعنی یہ جو سوال ہے کہ کیا تمہارے لئے خدا کافی نہیں ہے اس کا جواب ان آیات کے آخر میں بیان ہوا ہے اور وہ یہ ہے قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ کہہ دے مجھے اللہ کافی ہے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ کے معنی ہی یہ ہیں کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ وہاں کہا تھا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کہ کیا اللہ کافی نہیں تو یہاں کہا کہ تو کہہ دے کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ اللہ میرے لئے کافی ہے۔ یہ اس کا جواب ہے حَسْبِيَ اللّٰهُ یعنی اللہ کافی ہے کہنا محض زبان کا کام نہیں بلکہ انسان کے وجود کا کام ہے۔ یہ جواب دینا کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ یہ نہیں کہ زبان پر حَسْبِيَ اللّٰهُ ہو اور انسان غیر اللہ کی طرف جھک جائے اور ان سے توقعات رکھنے لگ جائے اور ان سے امیدیں باندھنے لگ جائے اور ان سے سہارا لینے لگ جائے اور کچھ خدا کو دے اور کچھ غیر اللہ کو دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر کچھ خدا کو دو گے اور کچھ غیر کو دو گے تو خدا کہے گا کہ جو مجھے دیتے ہو وہ بھی تمہارے منہ پر مارا جاتا ہے، لے جاؤ اسے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو انسان کی احتیاج نہیں اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ

(فاطر:۱۶) ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے محتاج، ہم فقیر ہیں اور محتاج ہیں اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر شر سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر رحمت سے حصہ عطا کرے۔ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ یہاں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کا جواب حَسْبِيَ اللّٰهُ کے بعد پھر اسی معنی میں دیا ہے کہ توکل کرنے والوں کے لئے ایک ہی دروازہ ہے، ایک ہی وجود ہے، ایک ہی ہستی ہے جس پر وہ توکل کر سکتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے باقی کسی پر توکل نہیں کر سکتے۔ انسان کو زندگی میں بہت سے جھٹکے لگتے ہیں لیکن ایک مومن کی صدا اور اس کا اعلان یہی ہے کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک موقع پر جب ہم بظاہر تکلیف میں ڈالے گئے تھے تو وہاں بڑا لطف آیا۔ اس وقت ایک شخص کو میں نے یہی کہا تھا کہ تجھ سے جو کوئی بات کرے تو یہی کہا کر کہ مولا بس۔ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور اس کو اس تکلیف سے نجات دے دی۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ہے کہ بعض دفعہ ذہن میں کوئی مضمون آتا ہے، بعض دفعہ جماعتی لحاظ سے ضرورت ہوتی ہے اور میں اس پر خطبہ دیتا ہوں۔ بعض دفعہ ادارے مجھے توجہ دلاتے ہیں کبھی انصار اللہ، کبھی خدام الاحمدیہ، کبھی تحریک جدید، کبھی وقف جدید، کبھی صدر انجمن احمدیہ اور اسی طرح کبھی دوسرے ادارے وقفِ عارضی وغیرہ کہ اس امر کے متعلق یاددہانی کروادیں اور کبھی خود دماغ میں کوئی مضمون آتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بیان کردوں لیکن بسا اوقات خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ دستور ہے، بڑا پیارا اور پیار کرنے والا رب ہے اور اکثر میرے خطبے ایسے ہیں کہ جمعہ والے دن صبح جب میں تلاوت کرتا ہوں تو تلاوت کرتے ہوئے میری آنکھ کو کوئی آیت قرآنی پکڑتی ہے اور پھر مجھے آگے نہیں ملنے دیتی۔ پھر میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ میں اس آیت پر خطبہ دوں۔ پھر میں سوچتا ہوں اور لغت دیکھتا ہوں، تیاری کرنی ہوتی ہے کیونکہ تفسیر کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور سب سے بوجھل دن میں سمجھتا ہوں کہ سب خلفاء پر یہی آتا ہوگا۔ میرا تو یہی تجربہ ہے کہ جمعہ کا دن بڑا بوجھل دن ہے۔ اتنی ذمہ داری ہے جمعہ کا خطبہ دینا، اتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ انسان استغفار کرتا ہے، بے حد استغفار کرتا ہے اور دعائیں کرتا ہے، خدا تعالیٰ پھر رحم کرتا ہے۔ پچھلے جمعہ کے دن میں تلاوت کر رہا تھا تو یہ آیتیں سامنے آگئیں اور ان آیتوں نے میری آنکھ کو

پکڑا اور مجبور کیا کہ میں ان پر غور کروں۔ پھر میں نے غور کیا اور مجھے بڑا لطف آیا کیونکہ ان میں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کی بڑی عجیب تفسیر بیان کی گئی ہے۔ درجہ بدرجہ اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے آگے چلایا ہے اور پھر قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ پر اسے ختم کیا ہے۔ اس میں بہت حسین جوڑ ملائے ہوئے ہیں اور پھر تین دن کے بعد ہماری پھوپی جان کی وفات ہوگئی تو میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے وقت سے پہلے ہوشیار کر دیا تھا کہ جماعت احمدیہ بُت پرست نہیں ہے۔ قدر دان ہے، ناشکری نہیں بلکہ شکر گزار ہے لیکن بُت پرست نہیں ہے۔ ہر الٰہی سلسلے کا ایک ہی مقام ہے اور امت مسلمہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا بھی یہی مقام ہے کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اور حَسْبِيَ اللّٰهُ کہ خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔

بڑا عجیب، بڑا بلند اور بڑا خادمانہ مقام تھا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ہماری پھوپھی کا۔ بے حد دعائیں کرنے والی اور بہت ہی تسلی دینے والی تھیں۔ لوگ دعا کے لئے کثرت سے خط لکھتے تھے اور ان کے لئے با قاعدگی کے ساتھ دعائیں کرتی تھیں اور ان کو تسلی دیتی تھیں اور بالکل بے نفس تھیں۔ مجھے علم ہے کہ کئی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کا ہزارواں حصہ بھی سچی خوابیں نہیں دیکھیں اور ان کو ولی اللہ بننے کا شوق پیدا ہوجاتا ہے اور انہوں نے ہزار گنا زیادہ سچی خوابیں دیکھیں لیکن کوئی خیال ہی نہیں۔ یہ کوئی اپنا ہنر تو نہیں نا، اگر خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنی رحمت سے نوازتا اور اس سے پیار کرتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور رؤیا اور کشوف کے ذریعے اس کو آئندہ ہونے والی باتوں کی اطلاع دیتا ہے تو یہ محض اس کا فضل ہے۔ آپ کو بڑے کھلے رؤیا ہوتے تھے اور بچپن کے زمانہ سے ہی ہوتے تھے۔ میں نے جب بعض دوستوں سے آپ کی چند ایک خوابوں کا ذکر کیا تو میرا خیال تھا کہ شاید آپ کی یہ خوابیں چھپی نہیں ہیں لیکن بعد میں پتہ لگا کہ چھپ گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ عادت تھی کہ آپ سب کو کہتے تھے کہ دعائیں کرو۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملنی شروع ہوئی کہ آپ کے کوچ کا وقت قریب ہے تو اس وقت بھی آپ کہتے تھے کہ خدا سے دعائیں کرو۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر اس وقت کم وبیش دس گیارہ سال کی تھی ان کو بھی کہا کہ دعائیں کرو تو آپ نے بہت ہی واضح خواب دیکھی جو تعبیر طلب بھی تھی اور خود ان کو بھی پتہ نہیں

لگا ہوگا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ”چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکر ہوں“۔ آپ نے یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی تو آپ نے کہا کہ یہ خواب اپنی اماں کو نہ سنانا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۳۱) اپنے رنگ میں پیار کے ساتھ حضرت اُم المومنینؓ کو آپ نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ میرا وقت قریب ہے۔ حضرت اُم المومنینؓ کا مقام تو بہت بلند تھا۔ اسی طرح ایک دن آپ نے خواب دیکھی کہ ”مولوی عبدالکریم صاحب دروازے کے پاس آئے اور مجھے کہا بی بی جاؤ ابا سے کہو کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ تشریف لے آئے ہیں آپ کو بلاتے ہیں۔ میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے ہیں اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرہ پر ہے۔ پُرنور اور پُرجوش۔ میں نے کہا کہ ابا مولوی عبدالکریم کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ کہو۔“ یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا“۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۰۲، صفحہ ۶۰۸)

(اس وقت آپ ”پیغام صلح“ لکھ رہے تھے)۔ غرض اس قسم کی بڑی روشن خوابیں دیکھنے والی تھیں اور بالکل بے نفس تھیں اس واسطے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا جو مقام ہے اس میں نفس باقی نہیں رہتا اور اگر نفس کا کوئی مقام باقی رہے تو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ باقی نہیں رہتا۔ اسی واسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ساری تدابیر کرکے اور انتہائی تدابیر کرکے سمجھو کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرکے سمجھو کہ ہم نے کوئی قربانی نہیں دی۔ جب تک دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرکے تدبیر کو باثمر نہ بنایا جاسکے اس وقت تک تدبیر لایعنی ہے اور جب تک دعا کے ساتھ اس کی رحمت کو جذب کرکے اپنے اعمال کو مقبول نہ بنایا جاسکے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ ان کو قبول بھی کرلے (اصل تو یہی چیز ہے) اس وقت تک ان پر کوئی ثمرہ پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ایک نمونہ تھیں مردوزن کے لئے اور بڑا اچھا نمونہ تھیں۔ ہم خدائے واحد ویگانہ کی پرستش کرنے والے ہیں ہر احمدی عورت اور ہر احمدی مرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اس نمونہ کے پیچھے چلے اور بے لوث رنگ میں خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی طرف توجہ دے اور خدا کی مخلوق کی خدمت میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور نے فرمایا:-

''ابھی بڑی کمزوری چل رہی ہے۔ایک مہینہ ہوگیا ہے''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ رجولائی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۵)

۞۞۞